روزنامہ
الفضل ربوہ
ایڈیٹر: نسیم سیفی
فون ۴۴۹
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

جلد ۷۶/۴۱ | سوموار ۲ جمادی الاول ۱۴۱۲ھ، ۲ فتح ۱۳۷۰ہش، ۲ دسمبر ۱۹۹۱ء | نمبر ۲۷۱

سچّی بات اور بدتمیزی میں فرق

"ایسا شخص جس کی زبان میں تیزی ہے جو طبعاً بدخلق آدمی ہے اور پرواہ نہیں کرتا کہ اس کی بات سے کسی کا دل کٹتا ہے۔ اپنے ساتھی کے ساتھ ادب اور احترام سے گفتگو کرنے کی بجائے کڑوی بات پتھر کی طرح مارتا ہے۔ بعض لوگ اس کا نام سچائی قرار دیتے ہیں کہ دیکھو جی! ہم تو سچّی بات کریں گے۔ ہم تو رکیں گے نہیں۔ یہ سچّی بات نہیں ہے۔ یہ بدتمیزی ہے۔"

(ارشاد سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احمدی احباب کی تربیت کے لئے

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"جسے نصیحت کرنی ہو اُسے زبان سے کرو۔ ایک ہی بات ہوتی ہے وہ ایک پیرایہ میں ادا کرنے سے ایک شخص کو دشمن بنا سکتی ہے اور دوسرے پیرایہ میں دوست بنا دیتی ہے۔ پس (اور اس طریق سے جو سب سے اچھا ہو۔ اُن سے اُن کے اختلافات کے متعلق بحث کر) (النحل: ۱۲۶) کے موافق اپنا عمل درآمد رکھو۔ اسی طرزِ کلام ہی کا نام خدا نے حکمت رکھا ہے چنانچہ فرماتا ہے (وہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے) (البقرہ: ۲۷۰) مگر یاد رکھو جیسی یہ باتیں حرام ہیں ویسے ہی نفاق بھی حرام ہے۔ اس بات کا بھی خیال رکھنا کہ کہیں پیرایہ ایسا نہ ہو جاوے کہ اس کا رنگ نفاق سے مشابہ ہو۔ موقعہ کے موافق ایسی کارروائی کرو جس سے اصلاح ہوتی ہو۔ تمہاری نرمی ایسی نہ ہو کہ نفاق بن جاوے اور تمہارا غضب ایسا نہ ہو کہ بارود کی طرح جب آگ لگے تو ختم ہونے میں ہی نہیں آتی۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۰۴)

قومی ترقی کے لئے اتحاد ضروری ہے

اقتباس از خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے)

"کسی جماعت کی ترقی کے لئے اس بات کی بہت ضرورت ہوتی ہے کہ اس کے سب افراد آپس میں ایک ہو جائیں۔ جب تک کوئی جماعت فردِ واحد کی طرح نہیں ہو جاتی ترقی نہیں کر سکتی۔ خواہ وہ جماعت دینی ہو یا دنیوی۔ کیونکہ تمام کامیابیوں اور ترقیوں کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ قاعدہ جاری کیا ہوا ہے کہ جب تک ساری جماعت ایک نہ ہو جائے لڑنا جھگڑنا۔ دشمنی و نفاق۔ حسد و کینہ بغض اور عداوت کو چھوڑ نہ دے اس وقت تک ترقی نہ کرے۔ جیسے کوئی انسان اس وقت تک کوئی سکھ اور آرام نہیں پا سکتا جب تک کہ اس کے تمام اعضاء میں مناسبت اور درستی نہ ہو۔ اور وہ ایک دوسرے کے ممد اور معاون نہ ہوں۔ ایسے ہی کوئی قوم اس وقت تک آرام اور سکھ نہیں پا سکتی جب تک کہ اس کا ہر ایک فرد دوسرے کے دکھ کو اپنا دکھ اور دوسرے کے آرام کو اپنا آرام نہ سمجھے۔ دیکھو کسی طبیب کی طبیعت وہاں علاج کرنے سے گھبراتی ہے جہاں ایک بیماری کا علاج کرے تو دوسری پیدا ہو جائے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اگر وہ جگر کا علاج کرتا ہے تو معدہ خراب ہو جاتا ہے اور اگر معدہ کا علاج کرتا ہے تو سینہ خراب ہو جاتا ہے۔ پس جہاں دو چیزیں ایسی مقابلہ میں آ جاتی ہیں کہ ایک سے دوسری بیماری اور دوسری سے تیسری بیماری پیدا ہو جاتی ہے اور ایک عضو کے ساتھ دوسرا بیمار ہو جاتا ہے تو اس وقت انسان کو آرام نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جس قوم کے افراد ایسے ایک دوسرے سے دور ہوں کہ اگر ایک کو سکھ پہنچے تو دوسرے کو دکھ محسوس ہو۔ اور اگر ایک کو تکلیف پہنچے تو دوسرے کو آرام ہو۔ اس قوم کے لئے کسی قسم کی ترقی کی امید نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ (اہل ایمان) کو خدا تعالیٰ نے بار بار ..... اس طرف متوجہ کیا ہے کہ اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو اور کامیاب قوم بننا چاہتے ہو تو آپس کے لڑائی جھگڑوں کو چھوڑ کر ایک ہو جاؤ۔ فرمایا ..... کہ آپس کے اختلافات کو چھوڑ دو اور حبل اللہ کو مضبوط پکڑ لو۔ جب تمام آدمی ایک رسہ کو پکڑ لیتے ہیں تو میں نے دیکھا ہے کہ ان میں سے اگر ایک کو جھٹکا لگے تو سب کو لگتا ہے۔ گویا خدا تعالیٰ نے اتفاق اور اتحاد کا یہ نشان بتایا ہے کہ حبل اللہ کو ایسا مضبوط پکڑو کہ ایک کے سکھ میں سارے سکھ محسوس کرو اور ایک کے دکھ میں سب کو دکھ پہنچے۔ جب کسی قوم کے لوگ ایسے ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم ایسی قوم کی ترقی کے راستے کھول دیتے ہیں ......

باقی صفحہ ۶ پر

تقریب شادی

مکرم ملک خالد احمد ظفر کھوکھر صاحب ایم اے ابن مکرم ملک عمر علی احمد کھوکھر صاحب آف ملتان کی شادی ہمراہ مکرمہ امۃ العزیز صاحبہ بنت محترم سید داؤد مظفر شاہ صاحب و محترمہ صاحبزادی امۃ الحکیم صاحبہ ۲۱ نومبر ۱۹۹۱ء کو انجام پائی۔ تقریبِ رخصتانہ دارالصدر شرقی ربوہ میں منعقد ہوئی۔ جہاں محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب نے دُعا کرائی۔ اگلے روز ایوانِ محمود میں دعوت ولیمہ کا انعقاد کیا گیا جس میں اہلِ ربوہ کی ایک کثیر تعداد مدعو تھی۔ تقریب کا اختتام دُعا پر ہوا جو محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے کرائی۔

مکرمہ امۃ العزیز صاحبہ حضرت فضلِ عمر کی نواسی ہیں جبکہ مکرم ملک خالد احمد ظفر صاحب حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کے نواسے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اپنے فضل سے اس رشتہ کو ہر لحاظ سے بابرکت کرے اور اپنے فضلوں اور رحمتوں سے نوازتا رہے۔

درخواستِ دُعا

مکرم مولانا بشارت احمد صاحب بشیر سابق مربی مغربی افریقہ تین ہفتوں سے گردوں کی خرابی کی وجہ سے علیل ہیں۔ ان کے پاؤں میں سوجن بھی ہو گئی ہے احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ ان کی کامل شفایابی کے لئے دُعا کریں۔

اعلان برائے لجنات

وقف نو کی رپورٹ ماہانہ رپورٹ کے ساتھ ہر ماہ سادے کاغذ پر بھجوایا کریں۔

(صدر لجنہ اماء اللہ پاکستان)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ
الفضل
ربوہ
پبلشر: آغا سیف اللہ ۔ پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ۔ ربوہ
مقام اشاعت: دارالنصر غربی ۔ ربوہ
قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

۲ر فتح ۱۳۷۰ ہش ۲ر دسمبر ۱۹۹۱ء

اطاعت کی مثلث

نظام میں اطاعت کی جو اہمیت ہے اس سے کوئی شخص انکار نہیں کرتا۔ جونہی کوئی شخص ایسے کسی عہدے پر فائز ہوتا ہے جہاں اسے دوسروں سے مل کر کام کرنا ہے یا دوسروں سے کام لینا ہے تو لوگ اسے کہنے لگتے ہیں کہ ہم آپ کے اطاعت گذار ہیں۔ آپ جو کہیں گے ہم مانیں گے اور آپ جس طرح بتائیں گے ہم کام کریں گے۔ گویا کہ اسے اپنے تعاون کا یقین دلانے کے لئے اطاعت کا ذکر کیا جاتا ہے اور سب سے زیادہ اسی بات کی یقین دہانی کرائی جاتی ہے

لیکن کچھ وقت گذرتا ہے تو بعض لوگ اعتراض کرنے لگتے ہیں۔ اطاعت سے جی چراتے ہیں۔ اور بعض لوگ اطاعت تو کرتے ہیں لیکن بد دلی سے۔ اور اطاعت کرتے ہوئے بھی اسی کے خلاف باتیں کریں گے اور اس کے وقار کو دھچکا پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ اور یہ بات اس نظام میں یا اس شخص کی کارکردگی میں رخنہ پیدا کرنے کا باعث ہو جاتی ہے۔ جب کچھ کہا جاتا ہے تو یہ لوگ کہہ دیتے ہیں۔ اور کیا کریں اطاعت تو ہم کر رہے ہیں ہم نے ان کی کونسی بات نہیں مانی یا ماننے سے انکار کیا ہے۔ باقی خیال اپنا اپنا ہے کیا ہم ان کے متعلق ایسے خیال کا اظہار بھی نہ کریں۔ آخر ہمیں انہوں نے خرید تو نہیں ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ جب تک اطاعت خوش دلی سے نہ کی جائے۔ وہ صحیح معنوں میں اطاعت کہلا ہی نہیں سکتی۔ اور نہ ایسی اطاعت دیر تک جاری رکھی سکتی ہے۔ قانون بے شک ایسی اطاعت آگے کچھ نہ مانگتا ہو لیکن ہے اس سے زیادہ کی ضرورت۔ حضرت امام جماعت الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس موضوع پر ارشاد فرماتے ہیں "سچی اطاعت ادب کے بغیر ممکن نہیں۔ وہ کھوکھلی رسمی اطاعت کوئی حیثیت نہیں رکھتی جو ہمیشہ اطاعت کرنے والے کے لئے خطرہ بنی رہتی ہے"

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یہ بات فرمائی تو امیر کی اطاعت کے سلسلہ میں ہے چنانچہ فرمایا کہ "پس جب امیر مقرر کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ محبت اور ادب کا تعلق قائم کرنا ضروری ہے" لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ ایک ایسا سنہری اصول ہے جو دنیا کے ہر اس شخص کے تعلق میں لاگو کیا جانا ضروری ہے جس کی اطاعت لازم ہو جاتی ہے۔ سچی اور صحیح اطاعت ہے ہر دل کی اطاعت کا نام۔ اور اگر دلی جذبہ کے ساتھ اطاعت کی جائے گی تو یقیناً محبت کا باعث بھی بنے گی۔

پس اطاعت۔ محبت اور ادب کی مثلث بنانا اشد ضروری ہے۔

مَیں تیرا پتہ تجھ سے نہ پوچھوں تو کروں کیا
لوگوں کو تو اپنا بھی پتہ یاد نہیں ہے
تو میری ہنسی میں ہے کہ اشکوں میں ہے آباد
فریاد کہ ہر لحظہ مرا داد نہیں ہے

ابوالاقبال

○

پُرنم غمِ وداع سے اُن کی نظر ہے آج
درپیش مجھ کو دُور کی راہِ سفر ہے آج

شاید یہ رات آخری ہو انتظار کی
دردِ جگر ہے اور برنگِ دگر ہے آج

کیا رخصتِ بہار کی ساعت قریب ہے
پھُولوں میں بیقرار نسیمِ سحر ہے آج

اِک عزمِ ہولناک ہے طرزِ کلام میں
جو بات اُن کے لب پہ ہے وہ مختصر ہے آج

سامان صد ہزار تنعّم کے باوجود
تسکین کی تلاش میں رُوحِ بشر ہے آج

رُسوا ہیں حق پرست، معزّز دروغ باف
وہ ہستئ قدیر محلِّ نظر ہے آج

ہر کام جس کو اہلِ نظر جانتے تھے عیب
عصرِ رواں کے سحر سے عینِ ہنر ہے آج

انسانیت کا ہو گیا شیرازہ منتشر....
اعجازؔ نظمِ زندگی زیر و زبر ہے آج

سعید احمد اعجازؔ

میرے دل کا دھیان ہے کس سمت
میری آنکھیں لگی ہوئی ہیں کدھر
تو ہی سمجھائے تو مَیں سمجھوں گا
ٹھیک ہے یا غلط ہے میری ڈگر

ابوالاقبال

(کل کے شمارہ میں یہ قطعہ غلط شائع ہو گیا ہے)

تکبر کو چھوڑ کر عاجزی کی راہوں کو اختیار کرو تا خدا پانے والے بن جاؤ (حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ارشادات سیدنا حضرت فضل عمر۔ اللہ تعالیٰ آپ سے ہمیشہ راضی رہے۔

کمیونزم ۔ دنیا کیلئے اقتصادی طور پر ایک سخت دھکا

آج سے ۴۱ سال پہلے کی حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے) کی ایک تقریر کا اقتباس۔

"دنیا کی ساری قومیں یہ تسلیم کرتی ہیں کہ کوئی ملک اکیلا زندہ نہیں رہ سکتا بلکہ وہ اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ دوسروں سے تعلقات پیدا کرے اور تجربہ اس کی صداقت پر گواہ ہے پس جبکہ روس ہمیشہ کے لئے ایک بند دروازہ کی پالیسی پر عمل کر کے ترقی نہیں کر سکتا تو کیا جب روسی کارخانوں کی پیداوار اس کے ملک کی ضرورت سے بڑھ جائے گی۔ وہ اپنی صنعت کو دوسرے ممالک میں پھیلانے کی کوشش نہیں کرے گا۔ دور کیوں جائیں ان جنگ کے دنوں میں ہی روس مجبور ہوا ہے کہ امریکہ اور انگلستان سے نہایت کثرت کے ساتھ سامان منگوائے اور جس سرعت اور تیزی کے ساتھ روس صنعت میں ترقی کر رہا ہے وہ اگر جاری رہی تو چند سالوں میں ہی روس کے صنعتی کارخانے اس قدر سامان پیدا کریں گے کہ وہ اس بات پر مجبور ہو جائے گا کہ غیر ملکوں کے پاس اسے فروخت کرے۔ ذرا سوچو کہ جب وہ دن آئے گا تو کیا اس وقت روس کی وہی پالیسی نہیں ہو گی جو اب بڑے بڑے تاجروں کی ہوتی ہے اور کیا وہ اس مال کو فروخت کرنے کے لئے وہی طریقے اختیار نہیں کرے گا جو امریکہ اور انگلستان کے بڑے بڑے تاجر اختیار کرتے ہیں یعنی کیا وہ کسی نہ کسی طرح دوسرے ممالک کو مجبور نہ کرے گا۔ کہ وہ اس سے مال خریدیں تاکہ اس کے اپنے ملک کے مزدور بیکار نہ رہیں اور اس کی صنعتی اور اقتصادی ترقی کو کوئی نقصان نہ پہنچے جیسے ہندوستان کی سیاسی آزادی کا سوال آئے تو انگلستان کے بڑے بڑے مدبر ہاؤس آف کامنز میں دھواں دھار تقریریں کرتے ہیں لیکن جب اقتصادی ترقی کا سوال آجائے تو فوراً اس کے اقتصادی اکابر سے کہنے لگتے ہیں کہ برطانوی مفاد کی حفاظت کر لی جائے۔ یہی حالت روس کی ہو گی لیکن جہاں تک انگلستان اور امریکہ کا مقابلہ دوسرے ملکوں سے صرف تاجروں کے زور پر ہوتا ہے وہاں روس کا مقابلہ دوسرے ملکوں سے تاجروں کے ذریعے سے نہ ہو گا بلکہ سارے روس کے اشتراکی نظام کا مقابلہ دوسرے ملکوں کے انفرادی تجار سے ہو گا اور جس دن روس میں یہ حالت پیدا ہوئی اس وقت روس یہ نہیں کہے گا کہ چلو ہم اپنے کارخانے بند کر دیتے ہیں ہم اپنے مزدوروں کو بیکار رہنے دیتے ہیں مگر ہم غیر ملکوں میں اپنے مال کو فروخت نہیں کرتے بلکہ اس وقت وہ اپنے ہمسایہ ملکوں کو مختلف ذرائع سے مجبور کرے گا کہ وہ اس سے چیزیں خریدے اور حق یہ ہے کہ وہ ان تمام ذرائع کو استعمال میں لائے گا جو بڑے بڑے سرمایہ دار تاجر اپنے استعمال میں لاتے ہیں اور چونکہ روس کی صنعت حکومت کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے حکومت کا سیاسی زور بھی اس کے ساتھ کُلی طور پر شامل ہو گا۔ روس اس وقت بہت بڑی طاقت ہے حکومت اس کے ہاتھ میں ہے۔ رُعب اور دبدبہ اس کو حاصل ہے۔ ایسی حالت میں اس کا مقابلہ چھوٹے ملک کب کر سکیں گے بلکہ انگلستان اور امریکہ کے تاجر بھی کب کر سکیں گے۔ اس وقت روس کو صرف یہی خیال نہیں ہو گا کہ اس طرح تجارتی نفوذ بڑھا کر اسے روپیہ آئے گا۔ بلکہ اسے یہ بھی خیال ہو گا کہ اس کے نتیجہ میں ملک کا صنعتی معیار بلند ہو گا۔ مزدور بھوکا نہیں رہے گا۔ کارخانوں کو بند نہیں کرنا پڑے گا اور غیر ممالک کی دولت کو اپنی طرف زیادہ سے زیادہ کھینچا جا سکے گا پس اس کے ہمسایہ کمزور ملک اسی طرح اس کے لئے دروازے کھولنے پر مجبور ہوں گے۔ جس طرح مغربی تجار کے لئے وہ اپنے دروازے کھولنے پر مجبور ہوتے ہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ۔ اور دنیا اقتصادی طور پر ایک سخت دھکا کھائے گی۔

بعض لوگ اس موقعہ پر یہ خیالات پیش کر دیا کرتے ہیں۔ کہ ہم روسی حکومت میں شامل ہو جائیں گے اور اس طرح وہی فوائد حاصل کر لیں گے جو روسی باشندے کمیونزم کی وجہ سے حاصل کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ہم کہتے ہیں کہ دنیا میں کتنے لوگ ہیں جو کمیونزم کی حمایت کی وجہ سے اپنے آپ کو روسی حکومت میں شامل کرنے کے لئے تیار ہیں۔ کمیونسٹ طبقہ میں اکثر لوگ ایسے ہیں جو یہ تو چاہتے ہیں کہ ان کے ملک میں وہی قوانین جاری ہو جائیں جو کمیونسٹ حکومت نے اپنے ملک میں جاری کئے ہوئے ہیں۔ مگر وہ یہ پسند نہیں کرتے کہ روسی حکومت کا انہیں جزو بنا دیا جائے انگلستان کے کمیونسٹ اس بات کے تو خواہش مند پائے جاتے ہیں کہ روسی حکومت کے قواعد انگلستان میں بھی جاری ہو جائیں مگر وہ یہ پسند نہیں کرتے کہ انگلستان روس کا جزو بن جائے بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ روس کے قواعد اپنے طور پر ملک میں جاری کر کے ان سے فائدہ حاصل کریں۔ اسی طرح امریکہ کے کمیونسٹ یہ تو خواہش رکھتے ہیں کہ امریکہ کے لوگوں کے متعلق بھی وہی قواعد نافذ کئے جائیں جو روس نے اپنی حکومت میں جاری کئے ہوئے ہیں۔ مگر وہ یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ امریکہ روس کا جزو بن جائے اور وہ اس کی سیاسی حکومت میں شامل ہو جائے۔

میں ہندوستان کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا کہ یہاں کے کمیونسٹ کیا رائے رکھتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے ہندوستانی کمیونسٹ عام طور پر سوچنے کے عادی نہیں ہوتے اور زیادہ تر کم علم طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں، وہ نعرے لگانے کے عادی تو ہیں مگر ان نعروں کی حقیقت کو ان میں سے بہت کم طبقہ سمجھتا ہے باقی لوگ جذبات کی رو میں بہہ کر عقل اور فکر کو جواب دے دیتے ہیں۔ ممکن ہے ہندوستان کے ۹۰ فی صدی کمیونسٹ یہی چاہتے ہوں کہ بے شک ہندوستان کو روس میں ملا دیا جائے انہیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ لیکن باقی دنیا کے کمیونسٹ ایسا نہیں کہتے اور ایسا نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بات ان کی تباہی اور بربادی کا موجب ہو گی۔"

محمود مجیب اصغر

اسیری راہِ مولیٰ میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب امام (الثالث) سے اللہ تعالیٰ کا سلوک

۱۹۵۳ء کے ہنگاموں میں حضرت مرزا شریف احمد صاحب (اللہ ان سے راضی ہو) اور حضرت مرزا ناصر احمد صاحب (اللہ کی ان پر رحمت ہو) اسیران راہ مولیٰ بنالئے گئے۔

اس وقت حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب تعلیم الاسلام کالج لاہور کے پرنسپل تھے اور رتن باغ لاہور میں آپ کی رہائش تھی دیکھنے والوں نے دیکھا اور بیان کرنے والوں نے بیان کیا کہ جب آپ کی گرفتاری عمل میں آئی تو آپ نے مسکراتے چہرے کے ساتھ گرفتاری پیش کی۔ گرمیوں کا آغاز ہو چکا تھا اور آپ کو جاتے ہی ایک تنگ کوٹھری میں بند کر دیا گیا جہاں نہایت گھٹن اور گرمی تھی۔ لیکن اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک مضطرب دعا کرنے کی توفیق دی اور جو امتیازی سلوک فرمایا وہ نہایت ایمان افروز ہے اور اسیرانِ راہ مولیٰ کے لئے مشعل راہ کا کام دے سکتا ہے۔

آپ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے جلسہ سالانہ ۱۹۶۹ء کے موقع پر فرمایا

"جب ایک موقع پر ظالمانہ طور پر ہمیں بھی قید میں بھیج دیا گیا۔ گرمیوں کے دن تھے اور مجھے پہلی رات اس تنگ کوٹھڑی میں رکھا گیا جس میں ہوا کا کوئی گذر نہیں تھا اور اس قسم کی کوٹھڑیوں میں ان لوگوں کو رکھا جاتا ہے جنہیں اگلے دن پھانسی پر لٹکایا جانا ہو۔ زمین پر سونا تھا اوڑھنے کے لئے ایک بوسیدہ کمبل تھا اور سرہانے رکھنے کے لئے اپنی اچکن تھی بڑی تکلیف تھی۔ میں نے اس وقت دعا کی کہ اے میرے ربّ! میں ظلم کر کے، چوری کر کے، کسی کی کوئی چیز مار کر یا غصب کر کے یا کوئی اور گناہ کر کے اس کوٹھڑی میں نہیں پہنچا میں اس جگہ اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ جہاں تک میرا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ تیرے نام کو بلند کرنے والا تھا میرے رب تجھے یہاں آنے سے کوئی تکلیف نہیں مجھے کوئی شکوہ نہیں میں کوئی گلہ نہیں کرتا میں خوش ہوں کہ تو نے مجھے قربانی کا ایک موقع دیا ہے اور میری اس تکلیف کی میری اپنی نگاہ میں بھی کوئی حقیقت اور قدر نہیں ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ میں اس جگہ جہاں ہوا کا گذر نہیں سو نہیں سکوں گا میں یہ دعا کر رہا تھا اور میری آنکھیں بند تھیں۔ میں بلا مبالغہ آپ کو بتاتا ہوں کہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرے نزدیک ایک ایئر کنڈیشنر (AIR CONDITIONER)

باقی ص ۵ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نسیم سیفی

کاغذی ہے پیرہن

تصویر، لیگوس، نائیجیریا کے قریب ملٹری ہیڈ کوارٹرز کی ہے اور اس میں فوجی افسر مجھے ایک گن کے متعلق بتا رہے ہیں کہ اس کو کس طرح زیر عمل لایا جاتا ہے۔ کچھ اور دوست بھی اس فوجی افسر کے ساتھ کھڑے ہیں اور تصویر ملٹری پریس ڈے کے موقع کی ہے۔ میں وہاں اپنی جماعت کے ہفتہ وار اخبار "دی ٹروتھ" کے نمائندے کی حیثیت سے موجود تھا۔ ایک غیر ملک کا فرد ہونے کی وجہ سے فوجی افسروں کا زیادہ تر التفات میری ہی جانب رہا اور مجھے اپنے مختلف اسلحہ جات کے متعلق معلومات فراہم کرتے رہے جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے۔ اس تصویر میں ایک گن کے عمل کے متعلق وضاحت کی جا رہی ہے۔

یوں تو ملٹری ہیڈ کوارٹرز میں کوئی بھی انفرمیشن آفیسر ہوتا وہ دیگر صحافیوں کے ساتھ مجھے بھی مدعو کرتا کیونکہ "دی ٹروتھ" خدا کے فضل سے عوام الناس میں اور حکومتی اداروں میں بھی خاصا مقبول تھا لیکن اس موقع پر دعوت دینے والے ایک احمدی دوست تھے۔ مسٹر اکمبی گیوا۔ جو بعد میں میجر گیوا کہلائے لیکن اس وقت وہ کیپٹن تھے میں نے نائیجیریا میں اپنے ایک دوست ڈبلیو برگس کے ہفتہ وار اخبار دی سٹیٹس مین میں پاکستان کے متعلق اپنے مضامین شائع کروانے شروع کئے تو اخبار کے دفتر میں بھی جانے کا موقع ملا۔ ایک نہایت چھوٹے سے کمرے میں جس میں زیادہ سے زیادہ ایک عام سائز کا میز اور ایک اس سے آدھا میز اور دو تین کرسیاں سما سکتی تھیں، اخبار مرتب بھی ہوتا تھا اور شائع بھی ہوتا تھا۔ وہاں میں نے ایک شخص کو اس اخبار کے لئے کام کرتے دیکھا اور دو چار دفعہ اس اخبار کے دفتر میں جانے کے بعد جب اس شخص سے تھوڑی سی واقفیت پیدا ہو گئی تو میں نے دیکھا وہ گاہے گاہے ہماری بیت الاحمدیہ میں آنا شروع ہو گیا۔ ان کا نام تھا مسٹر اکمبی گیوا۔ رمضان کے ایام میں تو بلا ناغہ تراویح کے لئے آتے تھے۔ اسی طرح جمعہ کی نماز کے موقع پر بھی شاذ ہی کبھی غیر حاضر ہوتے ہوں۔ پہلے تو بیت الاحمدیہ میں۔ بہت کم آپس میں گفتگو ہوتی تھی۔ لیکن جلد ہی ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ کھل گئے اور اس کی زیادہ تر وجہ یہ بنی کہ چونکہ وہ بھی اخبار کے دفتر میں کام کرتے تھے اور اس طرح صحافت سے ان کا تعلق تھا اگرچہ وہ اس پوزیشن میں نہیں تھے کہ سرکاری تقاریب جو حکومت کی ہوں یا سفارت خانوں کی ان میں وہ بلائے جاتے لیکن چونکہ مجھے ان تقاریب میں بلایا جاتا تھا۔ میں انہیں بھی بطور صحافی اپنے ساتھ رکھتا۔ میرے ساتھ ہی تقریب میں جاتے اور وہاں سے واپس آکر مشن ہاؤس ہی میں کچھ تھوڑی سی صحافیانہ گپ شپ لگا کر اپنے گھر جاتے۔

مسٹر اکمبی گیوا کے والدین احمدی تھے لیکن ایک لمبے عرصے سے فوت ہو چکے تھے اور آغاز میں ان کا تعلق جماعت سے کم ہوتے ہوتے تقریباً کٹ ہی گیا تھا۔ لیکن میرے ساتھ تعلق پیدا ہونے کی وجہ سے انہوں نے جماعت میں پھر دلچسپی لینی شروع کر دی اور ہم دونوں خاصے ایک دوسرے کے قریب آگئے۔ کچھ عرصہ بعد فوج کی طرف سے انفرمیشن آفیسر کی پوسٹ پُر کرنے کے لئے اشتہار شائع کیا گیا تو مسٹر اکمبی گیوا اس پوسٹ کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ انہی دنوں زائرے میں جھگڑے چل رہے تھے۔ پیٹرس لومبا وہیں قتل ہوئے اور مسٹر شومبے جن کا کٹنگا سے تعلق تھا کو ترک وطن کرنا پڑا۔ مختلف افریقی ممالک نے اپنی فوجی دستے زائرے بھیجے تاکہ وہاں کی خانہ جنگی کو بند کیا جا سکے اور اس ملک میں جسے نئی نئی آزادی ملی تھی لوگ آزادی کا سانس لے سکیں۔ مسٹر اکمبی گیوا فوجی دستوں کے ساتھ انفرمیشن آفیسر کی حیثیت سے زائرے گئے۔ زائرے سے صوبیدار غلام رسول صاحب مکرم مبارک مصلح الدین احمد صاحب وکیل المال ثانی کے خسر کا مجھے خط ملا کہ میں آج کل زائرے میں فوجی خدمات سرانجام دے رہا ہوں اور یہاں میری کوشش ہے کہ مختلف ممالک سے آئے ہوئے فوجیوں میں سے احمدی دوستوں کو تلاش کروں۔ میں نے انہیں مسٹر اکمبی گیوا کا نام بتایا تو انہوں نے ان کے ساتھ نہ صرف رابطہ قائم کیا بلکہ آپس میں دوستی کی حد تک ایک دوسرے کے قریب آگئے۔ صوبیدار صاحب موصوف زائرے میں متعین احمدی فوجی افسران سے چندہ وصول کر کے مرکز کی اجازت کے ساتھ نائیجیریا مجھے بھیجا کرتے تھے۔ اس لئے بھی ان کے ساتھ مسلسل خط و کتابت تھی۔ جب مسٹر اکمبی گیوا زائرے سے واپس آئے تو انہوں نے صوبیدار صاحب کے مذہبی جذبے کا نہایت محبت اور عقیدت کے ساتھ ذکر کیا۔ کہنے لگے کہ وہ ہم سب کے لئے ایک مرکزی نقطہ تھے۔ انہوں نے ہم سب کو تلاش کیا اور رابطہ پیدا کر کے ایک جماعت کی صورت بنا لی۔ چنانچہ وہاں ان کے ساتھ ملاقات کرنے اور کام کرنے کا بہت لطف آیا۔ یہ مسٹر اکمبی گیوا ہماری جماعت میں یوں زیادہ معروف ہوئے کہ جب حضرت امام جماعت الثالث مغربی افریقہ کے دورہ پر تشریف لے گئے تو حضور کی حفاظت کے پیش نظر ایک جیپ میں مسلح فوجی بٹھا کر حضور کے دورے کے دوران ساتھ رہتے تھے۔ اگرچہ حضور نے بار بار ان سے فرمایا کہ ایسی حفاظت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن چونکہ سرکاری دفاتر میں بھی احمدیہ جماعت کو خاص پذیرائی حاصل تھی۔ اس لئے ایسا لگتا ہے کہ مسٹر اکمبی گیوا کی خواہش میں سرکاری خواہش بھی شامل تھی۔ بہرحال وہ اصرار کے ساتھ حضور سے اجازت لے کر اپنی اس جیپ کو حضور کے دورے کے دوران ساتھ لے جاتے۔

بعد میں مسٹر گیوا کو اپنے جماعتی اخبار "دی ٹروتھ" کی ادارت کا بھی موقع ملا چونکہ وہ باقاعدہ ایک صحافی تھے اور صحافت کا انہیں خاصا تجربہ تھا بلکہ ان کا تجربہ شروع ہی ایک ہفتہ وار اخبار سے ہوا تھا اور دی ٹروتھ بھی ہفتہ وار ہی تھا۔ اس لئے بھی ان کی ادارت خاصی مقبول ہوئی اور انہوں نے پرچے کو سرکاری دفاتر میں بھی خاصی پذیرائی حاصل کرنے میں مدد دی۔ اس اخبار کے اداریے تو میرے ہی وقت میں ریڈیو پر نشر ہونے شروع ہو گئے تھے۔ اس پروگرام کا نام تھا "اداریوں میں سے" "FROM THE EDITORIALS" اور جہاں تین چار روزناموں کے اداریوں کا ذکر ہوتا تھا وہاں ہمارے ہفتہ وار "دی ٹروتھ" کا ایک اداریہ بھی شامل کیا جاتا تھا اور یہ خوشی کی بات ہے کہ نائیجیرین براڈ کاسٹنگ سروس نے از خود ہم سے کہہ کر اخبار بروقت حاصل کرنا شروع کیا اور اس کا اداریہ دیگر اداریوں کے ساتھ شامل کر لیا۔

مجھے یقین ہے کہ مسٹر گیوا کے وقت میں اخبار "دی ٹروتھ" کو خاصے وسیع حلقے میں مقبولیت حاصل ہوئی ہوگی۔ مضامین کے لحاظ سے بھی نہ صرف انہوں نے خود اچھے اچھے مضامین تحریر کئے۔ بلکہ نوجوانوں کو اس طرف توجہ بھی دلائی اور ان میں مضامین تحریر کرنے کی اہلیت بھی پیدا کی۔ چنانچہ انہیں میں سے ایک کا مضمون گذشتہ روز انگلستان سے شائع ہونیوالے ریویو آف ریلیجنز میں دیکھا تو مجھے بڑی مسرت حاصل ہوئی۔ مسٹر اکمبی گیوا نے جب سے بیت الاحمدیہ میں آنا شروع کیا تھا اس وقت سے لے کر اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک سلسلے کے ساتھ بہت وفاداری کا ثبوت دیا۔ اب تو وہ اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ اور جب ان کی وفات کی خبر مجھے ملی تھی میں نے الفضل میں ان کے متعلق ایک مختصر سا مضمون شائع کروایا تھا۔

جس تصویر کا اس وقت ذکر ہو رہا ہے وہ ملٹری پریس ڈے کی ہے اور اس کے دعوت نامے مسٹر اکمبی گیوا نے جاری کئے تھے۔ تصویر کو دیکھ کر مسٹر اکمبی گیوا کے اس سارے وقت کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ جو انہوں نے میرے ساتھ گذارا تھا یا جس کی میری پاکستان واپسی پر ان کی اطلاعات مجھے ملتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔

نائیجیریا کی فوج میں کئی دوست سٹاف کالج کوئٹہ کے تعلیم اور تربیت یافتہ تھے۔ ان میں سے ایک دوست بریگیڈیئر مائی ملاری سے ہمارا دوستانہ تھا اور وہ بھی دیگر وجوہ کے علاوہ اس وجہ سے بھی مجھے عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے کہ میرا پاکستان سے تعلق ہے اور وہ پاکستان کے ایک ملٹری کالج کے طالب علم رہ چکے تھے۔ افسوس ہے کہ جب سر ابوبکر طفاوا بالیوا کو ان کے دشمنوں نے نہایت بے دردی کے ساتھ ہلاک کیا اور اس کے بعد فوج میں بھی گروہ بندی کے ذریعے جھگڑے پیدا ہوئے تو مائی ملاری کے ساتھ دوسرے کئی مسلمان فوجی افسروں کو گولی کا نشانہ

باقی صـ۵ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پروفیسر میاں محمد افضل

کاریں سستی ہوگئیں

بڑا چونکا دینے والا موضوع ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مذاق کر رہا ہے۔ کاریں اور سستی! آج کے دور میں یہ ایک ناممکن سی بات ہے۔ ہاں آج سے کچھ سال پیشتر ایک بالکل نئی جاپانی کار سترہ ہزار روپے میں بھی مل جاتی تھی۔ مگر آج ان کے دام آسمان کی بلندیوں کو چھو رہے ہیں۔ ہزاروں کی بات تو اب ماضی کی بات ہوگئی۔ اگر ایک تین لاکھ میں کار خریدتا ہے تو دوسرا پانچ لاکھ والی اس کے بالمقابل کھڑی کر دیتا ہے ہونڈا اکارڈ شاید دس لاکھ تک پہنچ گئی ہے اور وہ جو اونٹ نما پجیرو ہے (جس میں بیٹھنا باعث فخر سمجھا جاتا ہے) کوئی دس لاکھ میں دستیاب ہو رہی ہے۔

مگر اتنی مہنگائی کے باوجود کاروں کی ریل پیل ہے۔ ہر طرف کاریں ہی کاریں۔ اگر صبح سکول اور دفاتر کے اوقات میں لاہور کی کسی بڑی سڑک پہ نگاہ ڈالئے تو کاروں کی قطار اتنی لمبی نظر آئے گی گویا کہ ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ وہ جو کل سامانِ تعیش میں شمار ہوتی تھی آج ضرورت بن گئی ہے۔ پہلے گھر میں ایک کار ہونا باعث فخر سمجھا جاتا تھا۔ آج تین تین چار چار ایک ہی گھر میں نظر آتی ہیں۔ ہر فرد کو علیحدہ کار چاہیئے اور اکثر کے پاس موجود ہیں۔

یہ رنگ برنگی چمکتی کاروں کی نمائش دولت کی فراوانی کا چلتا پھرتا ثبوت ہمارے معاشرے کی خوشحالی کی منہ بولتی تصویر ہے۔ لیکن اس مہنگائی کے دور میں جب کہ قیمتیں آسمان سے باتیں کرتی ہیں اتنی ریل پیل کہاں سے آئی؟ جواب کے لئے غالباً گریبان منہ میں ڈالنا پڑے گا۔ مگر ہم اس کے عادی نہیں۔ دوسروں پر طعن و تشنیع تو کر لیتے ہیں۔ فوراً انگلی بھی اٹھا دیتے ہیں لیکن نہیں جھانکتے تو اپنے اندر۔ سو پیسہ آ رہا ہے اور اس کی نمائش ہو رہی ہے۔ اور بظاہر ہمارا ملک بہت امیر ہو گیا ہے۔ عوام یقیناً خوشحال ہونگے۔ مگر چھوڑیئے یہ عوام کی بات کہاں سے آگئی۔ ہم تو کاروں کی قطاریں گن رہے تھے۔

میں تو موضوع سے ہٹ گیا، بتانا تو یہ مقصود تھا کہ کاریں سستی ہوگئیں اور میں لے بیٹھا عوام اور خواص کی بات۔ سو چلئے موضوع کی طرف رجوع کریں، بھلا کاریں سستی ہوگئیں تو یہ کیسے؟ آئیے آپ کو ایک راز کی بات بتائیں کہ یہ کہاں سے سستی ملتی ہیں۔

میرے سامنے نیوز لائن NEWSLINE (ایک رسالہ جو کراچی سے شائع ہوتا ہے) کا اکتوبر ۱۹۹۱ء کا شمارہ ہے۔ جس میں کاروں کی سرکاری خرید و فروخت سے متعلق ایک لمبی چوڑی رپورٹ درج کی گئی ہے۔ مکمل رپورٹ سے تو قارئین کو آگاہی دینا مشکل ہوگا۔ اس کے چند مندرجات پیشِ خدمت ہیں۔

کراچی میں ایک سرکاری محکمہ نے ۲۲ر اپریل ۱۹۹۱ء کو ایک نیلامی کے ذریعہ سے ۱۵ کاریں اور ۲۲ موٹر سائیکلیں ایک صاحب کے ہاتھ بیچ دیں (ان کا نام بھی درج ہے اور سرکاری رسید کا عکس بھی شامل کیا گیا ہے) ان ۳۷ کاروں اور موٹر سائیکلوں کی مجموعی قیمت ۲۴٫۸۵۰ روپے وصول کی گئی۔ گویا کہ ایک کار یا موٹر سائیکل فقط ۶۷۰ روپے میں بیچ دی گئی۔ ہوئی نا کاریں سستی! کیا آپ تصور بھی کر سکتے ہیں کہ کاریں اتنی سستی بھی مل سکتی ہیں۔ بچوں کی لوٹائے کار بھی شاید اس قیمت میں نہ ملے۔ لیکن ایک جگہ ہے۔ جہاں کاریں نیلام ہوتی ہیں آپ (یعنی اگر آپ خاص "آپ" ہیں) تو یہ کوڑیوں کے بھاؤ خرید سکتے ہیں یہ سودا جس کا ذکر آیا اس میں لطف کی بات یہ تھی کہ اُن میں اکثر وہ کاریں تھیں جو چوری ہوئیں اور پھر سرکاری محکمہ کو مل گئیں اور ان میں بعض کافی نئی اور بہت اچھی حالت میں تھیں مگر کاغذات میں انہیں محض کاروں کے ڈھانچے ظاہر کیا گیا۔ اب یہ نئی کاریں آئی کہاں سے؟ دراصل یہ وہ چوری کی کاریں اور موٹر سائیکلیں تھیں جو چوروں سے تو وصول ہوگئیں مگر پھر کچھ ایسے سرکاری حضرات کے ہتھے چڑھ گئیں جنہوں نے قواعد کے مطابق ان سے برتاؤ نہ کیا۔ طریقِ کار تو یہ ہے کہ جب چوری کی کار مل جائے تو متعلقہ پولیس سٹیشن کو مطلع کیا جائے اور وہ مالک سے رابطہ کریں اگر مالک نہ ملے تو اخبار میں اشتہار دیا جائے اور پھر چھ ماہ تک مالک کو اپنی کار تک پہنچنے کا وقت دیا جائے اور اگر پھر بھی وہ بے خبر رہے تو کار یا سکوٹر کو نیلام کر دیا جائے۔ اب سرکاری محکمہ تو بیچارے یوں ہی بدنام ہیں۔ کہا یہ جاتا ہے کہ وہاں کام انتہائی سست رفتاری سے انجام پاتے ہیں اور ایک مسئلہ کو نبٹانے میں ہفتوں بلکہ مہینوں لگ جاتے ہیں۔ اس عوامی تاثر کی نفی ہو جائے گی جب آپ اس محکمہ کی (جس کا ذکر آ رہا ہے) کارکردگی ملاحظہ فرمائیں گے۔ یہاں شاید کچھ بہت ہی فرض شناس قسم کے لوگ تھے کہ انہوں نے بجائے اس کے کہ متعلقہ پولیس سٹیشن کو آگاہ کیا جاتا اور اسکے بعد اشتہار دیا جاتا۔ اور پھر چھ ماہ تک انتظار کیا جاتا انہوں نے نہایت عمدہ کارکردگی دکھلاتے ہوئے یہ سارے مراحل فقط ایک ہفتہ میں طے کر لئے اور اس کے بعد نیلام عام ہو گیا۔ اب یہ تو محض اتفاق تھا کہ بولی دینے والا ایک ہی سامنے آیا یا اس نے سب سے بڑھ کر بولی دی اور پھر اس اکیلے کو اتنا سارا بوجھ یعنی ۱۵ کاروں اور ۲۲ سکوٹروں کا اٹھانا پڑا۔ اس میں بھلا محکمہ کا کیا قصور ہو سکتا ہے یہ تو ایک اتفاق تھا۔۔۔ ایک حسین اتفاق جو زندگی میں کچھ لوگوں کا مقدر ہوتا ہے۔

یہ تو رہی ایک محکمہ کی کارکردگی جو اسے تمغۂ حسنِ کارکردگی کا مستحق ٹھہراتی ہے۔ مگر کیا اس میں ان لوگوں کی بدقسمتی اور محرومی کی داستان نہیں۔ جھلک رہی جنہوں نے نہ جانے کتنے چاؤ سے اور شاید کتنا پیٹ کاٹ کر موٹر سائیکل خریدے یا کاروں کے دام اکٹھے کئے اور پھر ان سے محروم ہو گئے۔ پھر خوش قسمتی سے ان کی کاریں اور سکوٹر مل بھی گئے۔ مگر وائے افسوس کہ اصل مالکان تک نہ پہنچ پائے اور اس طرح ان بے چاروں کی محرومیوں میں اضافہ ہو گیا۔ حالانکہ اگر قاعدہ قانون پہ عمل کیا جاتا تو حق حقدار تک پہنچ جاتا۔ مگر ایسا نہ ہو سکا اور یہ افسوسناک ہے۔ قوانین کی پابندی ہی معاشرہ کی بہتری کا ضامن ہو سکتی ہے۔ اگر ہم میں سے ہر ایک دیانتداری سے اپنے فرائض ادا کرے اور قوانین کی پابندی کو اپنے لئے لازم قرار دے تو معاشرہ سے ایسی ناانصافیاں اور غلط کام کافی حد تک ختم ہو سکتے ہیں۔ عوام قانون کی پابندی کر کے حکومت کا ہاتھ بٹائیں اور حکومت کے افراد بہتر کارکردگی کا ثبوت دے کر عوام کی خوشحالی کی ضمانت دیں۔ یہی وہ سیدھی راہ ہے جو ترقی کی منزل کی طرف لے جاتی ہے۔

بقیہ صفحہ ۳ سے آگے

لگا ہوا ہے اور اس سے ایک نہایت ٹھنڈی ہوا نکل کر پڑنی شروع ہوئی اور میں سو گیا۔

غرض ہر دکھ کے وقت، ہر مصیبت کے وقت میں جب عظیم منصوبے بنائے گئے ان اوقات میں اللہ تعالیٰ کا پیار آسمان سے آیا اور اس نے ہمیں اپنے احاطہ میں لے لیا اور ہمیں تکلیفوں اور دکھوں سے بچایا اور ایسی لذت اور سرور کے سامان پیدا کئے کہ دنیا اس سے ناواقف ہی نہیں اس کی اہل بھی نہیں ہے۔" (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد سوم صفحہ ۲۴)

بقیہ صفحہ ۴ سے آگے

بنا دیا گیا۔ افسوس تو سب کا ہوا لیکن چونکہ بریگیڈیئر مائی ملاری سے دوستی کا تعلق تھا۔ اس لئے ان کی ہلاکت نے دل پر بہت اثر کیا اور ان کے لئے دل سے دعا نکلی جوان کی شخصیت سے آگے بڑھتی ہوئی سارے نائیجیریا کے لئے تھی کہ اللہ تعالیٰ نائیجیریا کو امن و امان عطا کرے اور سب قبیلے اور سب مذاہب کے پیرو کار ایک دوسرے سے بھائی چارہ کا سلوک کرتے ہوئے خوش اور خوشحال زندگی بسر کریں۔ اس وقت اس تصویر میں جو فوجی افسر مجھے گن دکھا رہے ہیں۔ وہ ایک عیسائی ہیں اور اس وقت تک فوج میں مسلمان اور عیسائی کا ایک دوسرے سے مختلف ہونے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوا تھا۔ عوام الناس میں بھی اتنا بھائی چارہ تھا کہ بعض اوقات حیرت ہوتی تھی کہ ایک گھر میں باپ بدمذہب ہے ایک بیٹا عیسائی ہے دوسرا بیٹا مسلمان ہے ایک بیوی مسلمان ہے۔ دوسری بیوی عیسائی ہے لیکن یہ سب افراد خانہ ایک دوسرے کے ساتھ انتہائی محبت اور پیار کا سلوک کرتے ہوئے زندگی گذار رہے ہیں۔ سر ابوبکر طفاوا بالیوا کے خلاف بغاوت پک تو کچھ عرصے سے رہی ہوگی لیکن اس کا پورا اظہار ان کی ہلاکت کے بعد ہوا۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں خاصا امن و امان معلوم ہوتا ہے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

سیدنا حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں جس میں میں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا۔ بہت سے والدین ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو بُری عادتیں سکھا دیتے ہیں۔ ابتداء میں جب وہ بدی کرنا سیکھنے لگتے ہیں تو ان کو تنبیہہ نہیں کرتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دن بدن دلیر اور بے باک ہوتے جاتے ہیں۔"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بین الممالکتی حالات، واقعات، شخصیات

نون۔ سین

ریٹائرمنٹ کی عمر

بیروزگاری کا بوجھ اور تو جس پر بھی پڑتا ہو پڑتا ہی ہوگا لیکن وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتوں کے نمائندوں پر غالباً سب سے زیادہ بوجھ پڑتا ہے۔ آخر نمائندے چاہے قومی اسمبلی کے ہوں یا صوبائی اسمبلی کے اسی لئے تو منتخب کئے جاتے ہیں کہ اپنے علاقے کے لوگوں کی مشکلات حل کریں۔ مشکلات تو کئی قسم کی ہوتی ہیں لیکن سب سے زیادہ مشکل بے روزگاری پیدا کرتی ہے۔ ویسے بھی اگر ممکن ہو سکے تو اس کا حل بھی سب سے زیادہ آسان ہے۔ کسی دفتر میں پرچی دے کر کسی بے روزگار کو بھجوا دینے سے اگر اس کا کام بن جائے تو اس سے زیادہ آسان طریق کسی مشکل کو حل کرنے کا کیا ہوگا۔ لیکن یہ نمائندے بھی تو آخر دفاتر پر بوجھ ڈال کر ہی اپنے بیروزگاروں کو روزگار دلوا سکتے ہیں۔ اور اگر دفاتر میں جگہ ہی نہ ہو تو چاہے کتنی پرچیاں بھیجی جائیں ان بیروزگاروں کو ملازمت نہیں مل سکتی چنانچہ اس مشکل کو اور ایسی ہی دیگر مشکلات کو حل کرنے کے لئے ایک سپیشل سیکرٹری مقرر کئے گئے تھے جن کا کام تھا کہ ملازمتوں کی تنظیم نو کی جائے۔ انہوں نے ایک عرصے تک سوچ بچار کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اب ریٹائرمنٹ کی عمر ساٹھ سال ہے اگر اسے پانچ سال کم کر دیا جائے تو ہر ریٹائر ہونے والے کے ان پانچ سالوں میں متعدد بے روزگار لوگوں کو روزگار مل سکتا ہے۔ چنانچہ یہ تجویز کیبنٹ کو بھیج دی گئی ہے اور کہا جاتا ہے کہ جلد ہی اس کو منظور کر لیا جائیگا۔

ہمیں یاد ہے کہ آج سے کئی سال پہلے ریٹائرمنٹ کی عمر ۵۵ سال تھی اسوقت بیروزگاری کا مسئلہ تھا یا نہیں لیکن لگتا یوں تھا کہ لوگ قبل از وقت ریٹائر ہو رہے ہیں یعنی پچپن سال کی عمر کوئی ایسی عمر نہیں جسکے متعلق یہ کہا جا سکے کہ اب انسان مزید کام نہیں کر سکتا۔ یا دلسی محنت اور دل کی لگن کے ساتھ کام کرنا مشکل ہے۔ جیسا کہ وہ پہلے کرتا رہا ہے بلکہ محسوس یہ ہوا کرتا تھا کہ پچپن سال کی عمر تو ایسی ہے جس میں محنت اور تجربہ دونوں شامل ہو جاتے ہیں اور پچپن سال کے بعد انسان بہتر کام کر سکتا ہے۔ لیکن بہر حال ایک لمبے عرصہ تک پچپن سال ہی ریٹائرمنٹ کی عمر تھی۔ اس کے بعد غالباً ۵۸ سال ہو گئی اور پھر ۶۰ سال بھی۔ اب بوڑھے لوگوں کو آرام دینے کی خاطر نہیں بلکہ بیروزگاروں کو ملازمت دینے کے لئے ساٹھ سال کی عمر کو پچپن سال کیا جا رہا ہے یعنی حکومت کا ہر ملازم پچپن سال کی عمر کو پہنچ کر اپنی ملازمت سے ریٹائر ہو جایا کریگا۔ یہ بات کب تک چلتی ہے اس کے متعلق تو کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ خاصی تعداد میں بیروزگار ملازمت حاصل کر سکیں گے البتہ جب یہ بیروزگار جنہوں نے اب ملازمت حاصل کرنی ہے پچپن سال کی عمر کو پہنچیں گے تو انہیں اس بات کا احساس ہوگا کہ پچپن سال کی عمر میں ریٹائر کرنا قبل از وقت ریٹائر کر دینا ہے۔ اب تو وقت آیا ہے کہ ہم کام کریں۔ اپنے تجربے سے دوسروں کو فائدہ پہنچائیں لیکن بہر حال انہیں پچپن سال کی عمر پر ریٹائر ہونا پڑے گا۔

یہ بھی سنا گیا ہے کہ جب حکومت واقعی یہ فیصلہ کرنا چاہے گی کہ کس عمر پر ملازموں کو ریٹائر کیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ کچھ اعداد و شمار ایسے بھی سامنے آئیں کہ پچپن سال کی بجائے چھپن سال کر دیا جائے یا ستاون سال گویا کہ اگر یہ دیکھا گیا کہ ستاون سال کی عمر پر ریٹائر کرنے سے بھی بیروزگاروں کی خاصی تعداد ملازمت حاصل کر سکے گی تو ہو سکتا ہے پچپن سال کی بجائے ریٹائرمنٹ کی عمر ستاون سال کر دی جائے دیکھیں کس عمر پر اب لوگ ریٹائر ہوا کریں گے۔

موت کی سزا

آج سے دس سال قبل فرانس میں موت کی سزا ختم کر دی گئی تھی لیکن ان دس سالوں میں عوام الناس میں یہ بحث جاری رہی کہ سزا کو دوبارہ لاگو کرنا چاہیئے۔

پارلیمنٹ کے ارکین نے بھی بارہا اس بات کا مطالبہ کیا ہے کہ یہ سزا دوبارہ جاری ہونی چاہیئے وہ کہتے ہیں کہ جو جرم کی رفتار اس وقت سامنے آ رہی ہے۔ اسکے پیش نظر موت کی سزا جاری کر دینا ہی ملک کے مفاد میں ہے۔ جب لوگوں کے خیالات معلوم کئے جاتے ہیں تو اس وقت بھی اکثریت اس بات کا اعادہ کرتی ہے کہ یہ سزا جاری ہو جانی چاہیئے۔ خاص کر جب جرائم کا ذکر کر کے بات پوچھی جاتی ہے تو یہی جواب ملتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت پارلیمنٹ کے سامنے سات ڈرافٹ بل موجود ہیں جن میں اس بات کا تقاضا کیا گیا ہے کہ بچوں کے قتل کے سلسلے میں تو یقینی طور پر موت کی سزا لاگو ہونی چاہیئے۔ لیکن یہ ڈرافٹ بل حزب اختلاف کی طرف سے پیش کئے گئے ہیں۔ ان میں سے دو سینیٹ میں ہیں اور پانچ قومی اسمبلی میں لیکن اس کے باوجود کہا جاتا ہے کہ یہ بل سینیٹ اور اسمبلی میں زیر بحث نہیں آئیں گے۔ کیونکہ حکومت بذات خود اس نظریے کے خلاف ہے کہ موت کی سزا دوبارہ جاری ہو جانی چاہیئے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قومی اسمبلی کے اراکین میں ایسے لوگوں کی اکثریت نہیں ہے جو موت کی سزا کو واپس لانا چاہتے ہیں۔ ۱۹۸۱ء میں پارلیمنٹ میں ووٹ کے ذریعے موت کی سزا کو ختم کیا گیا تھا۔ اس سزا کو دوبارہ جاری کرنے میں ایک اور مشکل بھی ہے اور اس مشکل کا تعلق عالمی برادری سے ہے ۱۹۸۶ء میں فرانس نے یورپین کنونشن برائے حقوق انسانی پر دستخط کئے تھے اور اس کنونشن کی شرائط میں سے ایک یہ شرط ہے کہ ملک میں موت کی سزا کو ختم کیا جائے گا۔ اب اگر فرانس موت کی سزا کو دوبارہ جاری کر دے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اسے یوروپین کنونشن سے اپنے آپ کو الگ کرنا پڑے گا۔ کیونکہ اس کے بغیر وہ ایسا کر ہی نہیں سکتا۔ جہاں تک کنونشن کا تعلق ہے اسمیں صرف ایک شق کو نکالنا ناممکن ہے۔ اگر اس ایک شق کو نکال دیا جائے تو سارے کنونشن سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ یعنی اسکی تمام شقوں کی تردید کرنے کا موقف اختیار کرنا پڑتا ہے۔

۱۹۸۱ء سے لیکر اب تک ۱۶ ممالک ایسے ہیں جنہوں نے یا تو قانونی طور پر موت کی سزا کو ختم کر دیا ہے یا عملی طور پر وہ یہ سزا لاگو نہیں کرتے۔ یوروپ میں فرانس نے ایسا کرنے کا اقرار سب سے بعد کیا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس معاملے میں اعداد و شمار صحیح طور پر اکٹھے کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ موت کی سزا کو ختم کرنے کے بعد جرم میں یقیناً اضافہ ہوا ہے۔ اور اگر جرم میں اضافے کو کم کرنا ہے تو موت کی سزا لاگو کرنی پڑے گی۔ یہ محض جذباتی مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ انسانی زندگی کیلئے حقیقی ضرورت ہے اسی ضرورت کے پیش نظر آج تک یہ سزا جاری ہے اور اب بھی دنیا کے بیشتر ممالک میں یہ سزا جاری ہے۔ اگر انسان کو یہ خوف نہ ہو کہ کسی جرم کے نتیجے میں وہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ تو یقیناً وہ جرم کرنے پر زیادہ مائل ہو جائے گا۔ اسے اس بات کا کوئی ڈر نہیں ہوگا کہ کسی کی جان لینے سے اسکی اپنی جان بھی جاتی ہے۔ بہر حال معاملہ صرف نفسیاتی نہیں ہے بلکہ عملی زندگی سے اس کا تعلق ہے اور اس سلسلے میں ہر ملک کو سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا چاہیئے۔

عراق سے معاہدہ کی تجدید

اقوام متحدہ اور عراق کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا جس کی آخری معیاد ۳۱ دسمبر ہے۔ اس معاہدے کے ذریعہ ان عراقیوں کی مدد کی جانا مقصود تھی۔ جنہیں خلیج کی جنگ میں نقصان پہنچا۔ ابھی تک پوری طرح ان کی مدد نہیں کی جا سکی اور انہیں معاشرے میں بحال کرنے کا کام باقی ہے۔ اسلئے پرنس صدرالدین آغا خان جو اقوام متحدہ کے اس وفد کے سربراہ ہیں جو اس معاہدے کی تجدید کرنے کو بغداد گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ انہیں امید ہے کہ "میں اپنے کام میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ اور اس معاہدے کی تجدید ہو جائے گی۔ اس معاہدے کے ذریعے آخر عراق ہی کو ہم نے مدد دینے کا اہتمام کرنا ہے۔ اب تک ہماری اور عراق کی آپس میں اچھی بنی رہی ہے۔ اور ہمارا خیال ہے کہ آئندہ بھی حالات اسی طرح بہتر رہیں گے"۔

جنیوا میں اقوام متحدہ کے ایک نمائندے نے کہا ہے کہ پرنس جن کے ساتھ سات افراد کی ٹیم گئی ہے۔ وہ جلد ہی سوئٹزرلینڈ واپس آ جائینگے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بغداد جانے سے پہلے عراقی صدر صدام حسین کے ساتھ ملاقات کا کوئی معین پروگرام نہیں بنایا۔

جس معاہدے کی تجدید کی جا رہی ہے وہ گذشتہ اپریل میں معرض وجود میں آیا تھا۔ اور اسکے ذریعے چودہ لاکھ کرد اور مسلم شیعہ جو حکومت کے ڈر سے بھاگ گئے تھے انہیں بحال کرنا ہے

بقیہ: صدا سے آگے

پس ہمارے دوستوں کو چاہیئے کہ اس طرف بہت توجہ کریں کیونکہ جب تک تمام قوم میں اتحاد اور اتفاق نہ ہو اور تمام قوم ایک سلک میں منسلک نہ ہو اور ہر ایک دوسرے کے دکھ سکھ کو اپنا دکھ سکھ نہ سمجھے ترقی ہونی ناممکن ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱ مئی ۱۹۱۵ء)

الفضل میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

واقفینِ نو

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ تمام واقفینِ نو کو صحت و تندرستی کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے اور وہ بڑے ہو کر خود اپنے آپ کو وقف کے لئے پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں

جو دوست "وقفِ نو" میں شامل اپنے بچوں کی تصاویر الفضل میں شائع کرانا چاہتے ہیں۔ ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ پاسپورٹ سائز بلیک اینڈ وائٹ اور صاف تصاویر بھجوائیں۔ (ادارہ)

سرفراز احمد یوسف ابن محمد یوسف
بیوت الحمد ربوہ

عطیۃ الناصر بنت چوہدری
عبدالرشید ۔ امین آباد (مظفرگڑھ)

سعید احمد ابن جاوید احمد
محمد آباد سٹیٹ سندھ

عتیق احمد ابن جمیل احمد
ربوہ

عثمان ضیاء ابن ضیاء اللہ تلونڈی

سعد حیات ولد مسعود احمد باجوہ
جیل روڈ کوئٹہ

شاہد احمد ولد مسعود احمد درد
کراچی

عذرا فرحت بنت محمد حسین غضنفر
ربوہ

عثمان افتخار ابن میجر افتخار اسلم
حیات آباد پشاور

سہران پروین بنت ثناءاللہ
ربوہ

سجاد احمد ابن سلیم احمد
نوکوٹ ۔ سندھ

سہیل احمد بابر ابن نسیم احمد
نوکوٹ ۔ سندھ

شہاب احمد ابن مکرم مبارک علی
ربوہ

سمیرا نور ماہم بنت مبارک احمد
بلوشح ۔ ڈیرہ غازی خان

سمیع اللہ ابن منور احمد
ڈگری ۔

مسرور احمد ابن ڈاکٹر نثار احمد
مورانی ۔ نوکوٹ سندھ

شاہد محمود ابن حفیظ احمد بٹ
ربوہ

شکیل احمد ابن خلیل احمد
نصرت آباد سندھ

شکیل احمد ابن شیخ شبّیر احمد
ربوہ

عمیر الدین ابن امتیاز الحق
محمد آباد سٹیٹ سندھ

نعیم احمد ابن چوہدری نجم الدین
ربوہ

نصیر احمد ابن شبّیر احمد
نصرت آباد سندھ

شاہد احمد ابن محمود احمد
منڈی رائے ونڈ ضلع لاہور

ساجد سلیم ابن ناصر احمد منگلا
چک منگلا ضلع سرگودھا

سعید احمد ولد منیر احمد
دارالرحمت ربوہ

عبدالرؤف ابن عبدالغفور شاہ
چک ۴۵ ، ضلع شیخوپورہ

عطاء الغالب ابن عبدالحمید
پھیرو چچی سندھ

غیور احمد ابن منصور احمد
دیونہ ضلع گجرات

عبدالمجیب ابن عبدالمجید
نور نگر نارم سندھ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

ملکی خبریں

○ سابق وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے کہا ہے کہ مارشل لاء اگر آیا تو اس کی تمام تر ذمہ داری صدر اسحٰق پر ہوگی۔ کیونکہ صدر نے پہلے منتخب حکومت برطرف کی پھر انتخابات میں دھاندلی کروائی۔ اور اب وہ اپوزیشن کو پارلیمانی کردار کی اجازت نہیں دے رہے۔

○ پیپلز پارٹی نے اعلان کیا ہے کہ ایوان صدر کے سامنے احتجاجی مظاہرہ ہوگا۔ اس اعلان کے ردعمل کے طور پر وفاقی دارالحکومت میں پولیس اور خفیہ اداروں نے کسی بھی ہنگامی صورت حال سے نمٹنے کے لئے منصوبہ بندی کرنی شروع کردی ہے۔

○ یکم دسمبر کو ایوان صدر کے سامنے پی ڈی اے احتجاجی مظاہرہ کرے گی لیکن محترمہ بے نظیر بھٹو اس میں شمولیت نہیں کر سکیں گی۔

○ مخدوم امین فہیم اور طارق رحیم نے پیر پگاڑا سے ملاقات کی ہے۔

○ پیپلز پارٹی نے صوبہ سندھ میں جو ہڑتال کی اپیل کی تھی اس کا ردعمل ملا جلا رہا اور ہڑتال جزوی طور پر کامیاب رہی۔ شہری علاقے میں ہڑتال ناکام رہی البتہ اندرون سندھ بڑے اور چھوٹے شہروں میں لوگوں نے اپنا کاروبار بند رکھا اور طلبہ نے کلاسوں کا بائیکاٹ کیا۔ بڑی شاہراہوں پر ٹریفک حسب معمول رہی۔

○ وزیراعلیٰ سندھ جام صادق نے کہا ہے کہ گرفتاریاں جاری رہیں گی۔ انہوں نے کہا کہ یہ گرفتاریاں دہشت گردی کو روکنے کے لئے کی جا رہی ہیں

○ وزیراعظم آئندہ برس کے وسط میں برازیل میں ہونے والی ماحول اور ترقی سے متعلق اقوام متحدہ کی کانفرنس میں شامل ہوں گے اور ترقی پذیر ممالک کا مؤقف پیش کریں گے۔

○ وفاقی وزیر چوہدری امیر حسین نے کہا ہے کہ وفاقی حکومت نے سود کے خلاف شرعی عدالت کے فیصلے پر مکمل عمل درآمد کا فیصلہ کر لیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی نظام کا نفاذ ہمارے منشور کا حصہ ہے۔

○ آئی جے آئی کی حکومت کی طرف سے جمہوری وطن پارٹی اور جمعیت علمائے اسلام (فضل الرحمٰن گروپ) کو حکومت میں شمولیت کی پیشکش کی گئی ہے تاہم ان دونوں پارٹیوں نے ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا ہے۔

○ پیر پگاڑا نے کہا ہے کہ سیاست کا انجام مارشل لاء نظر آرہا ہے اے پی سی صرف کھانے پینے کا پروگرام ہے۔ پیپلز پارٹی والوں نے اسمبلیوں سے استعفیٰ دیا تو دوسرے ان کی جگہ لے لیں گے۔ سندھ کے جرائم میں پی پی پی کے علاوہ نوکر شاہی بھی ملوث ہے۔

○ پنجاب کے وزیر چوہدری پرویز الٰہی نے کہا ہے کہ جوڑ توڑ کے ماہر جام صادق جلد مسلم لیگ میں آجائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ پنجاب میں بلدیاتی انتخابات کے لئے ۲۸ دسمبر حتمی تاریخ ہے۔ حریف برادران نے صرف ۳ ارب کے قرضے لئے ہیں۔ جبکہ ہمارے قرضوں کی مالیت ۶۲ کروڑ ہے۔

○ جے یو آئی کے سیکرٹری جنرل مولانا سمیع الحق نے کہا ہے کہ حکومت کو چاہئے کہ اپوزیشن سے مفاہمت کرے اور اپوزیشن کو بھی چاہئے کہ جمہوری حدود میں رہے۔

○ محترمہ بے نظیر بھٹو نے کہا ہے کہ پھٹی کی قیمت ۴۵۰ روپے فی من مقرر کی جانی چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ ۱۹۹۰ء میں کاشت کاروں کو پھٹی کی قیمت ۴۰۰ روپے ملی جبکہ ۱۹۹۱ء میں انہیں ۲۴۰ روپے قیمت دی گئی۔

○ پی ڈی اے کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات سینیٹر اقبال حیدر کے مطابق اپوزیشن کے تمام رہنما ایک مشترکہ اتحاد کے قیام پر متفق ہوگئے ہیں۔ اور صدر اور وزیراعظم کے خلاف تحریک چلائی جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ اب حکومت سے مذاکرات کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔

غیر ملکی خبریں

○ سوویت یونین کا سٹیٹ بنک دیوالیہ ہوگیا ہے۔ بنک کے چیئرمین نے اعلان کیا ہے کہ بنک میں کوئی رقم نہیں آرہی اس لئے تمام ادائیگیاں روک دی جارہی ہیں چیئرمین نے اس سے پہلے وارننگ دی تھی کہ اگر بنک میں ۹۰ ارب روبل جمع نہ کرائے گئے تو بنک سرکاری ملازمین کو تنخواہیں نہیں ادا کر سکے گا لیکن حکومت کے پاس مرکزی بجٹ میں کوئی رقم نہیں ہے۔

○ افریقی ملک ٹوگو میں صدر اور وزیراعظم کے حامی فوجی دستوں میں تصادم کے بعد فرانس نے ٹوگو کے ہمسایہ ملک بینن میں اپنے فوجی دستے بھیج دیئے ہیں۔ ٹوگو کے صدر دیما نے کہا ہے کہ وہ مسئلہ کا سیاسی حل چاہتے ہیں۔ فرانسیسی فوجوں کو مداخلت نہیں کرنی چاہئے۔

○ سنگاپور کے نئے صدر وی کیم وی نے گذشتہ روز اپنے عہدے کا چارج سنبھال لیا۔

○ روسی جمہوریہ یوکرائن میں سوویت یونین سے آزادی کے لئے ریفرنڈم ہو رہا ہے۔ ادھر ہمسایہ ملک رومانیہ نے دعویٰ کیا ہے۔ کہ یوکرائن کے علاقے ماضی میں رومانیہ کا حصہ رہے ہیں انہیں سٹالن نے زبردستی سوویت یونین میں شامل کر لیا تھا۔

○ البانیہ کی حکومت نے حزب اختلاف کے مطالبہ پر وقت سے پہلے پارلیمانی انتخابات کرانے کا مطالبہ منظور کر لیا ہے

بازیافتہ نقدی

کچھ نقدی الفضل کے دفتر کے پاس سڑک سے ملی ہے۔ جس صاحب کی ہو دفتر الفضل سے رابطہ کریں۔

خارش ہر قسم گرمی ، گیس اور کمزوری کا خاتمہ

عزیز دواخانہ رجسٹرڈ **چک چٹھہ**
نزد حافظ آباد
ضلع گوجرانوالہ

مرگی ، مالیخولیا ، بواسیر ، اٹھرا اور لیکوریا کا مکمل علاج

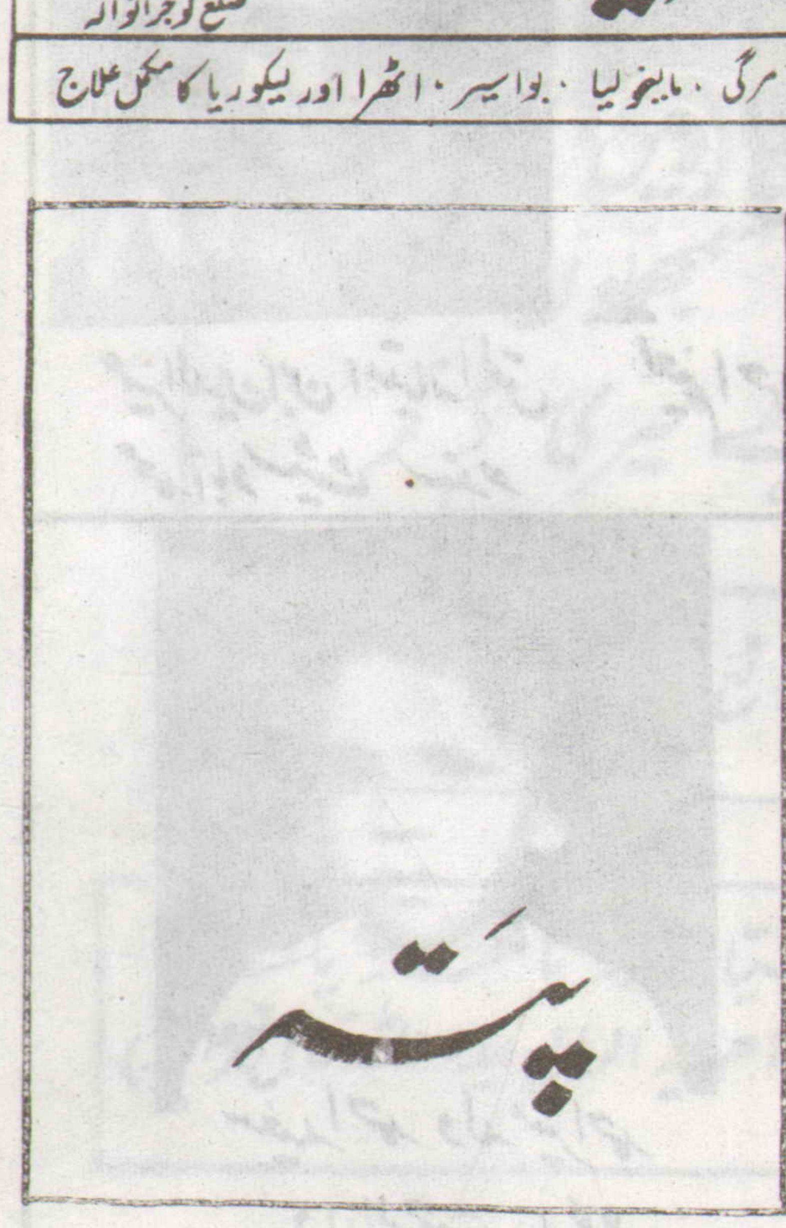

صاحب اولاد

اپنے پھول سے بچوں کی صحت اور نشوونما کا خاص خیال رکھیں۔ اگر کسی قسم کی کمزوری ہو تو مندرجہ ذیل ادویات سے انتخاب کریں۔

بے بی ٹانک (دودھ پیتے بچوں کے لئے)	BABY TONIC	۱۰/-
بے بی گروتھ کورس (دس سال تک کے بچوں کیلئے)	BABY GROWTH COURSE	۳۰/-
کمزوری جسم کورس (نوجوانوں کیلئے)	BODY BUILDING COURSE	۱۰۰/-
چھوٹا قد کورس (۵ سے ۲۰ سال تک کی عمر کیلئے)	DWARFISHNESS COURSE	۱۰۰/-
بول بستری کورس	BED URINE COURSE	۳۵/-
مٹی چھوڑ کورس	MITI CHOUR COURSE	۲۰/-
سوکھا پن کورس (بچوں کا)	MARASMAS COURSE	۵۰/-
آہستہ دانت نکالنا کیور	SLOW DENTITION CURE	۲۰/-
بے ترتیب دانت کیور	IRREGULAR TEETH CURE	۲۰/-

ڈاکٹرز اور سٹاکسٹس کے لئے معقول کمیشن

مندرجہ ذیل سٹاکسٹس سے خرید فرمائیں یا براہ راست بذریعہ ڈاک ہم سے منگوائیں
تین صد یا زائد کے آرڈر پر ڈاک خرچ بذمہ کمپنی

■ لاہور: کیوریٹو سٹورز اچھرہ شاپنگ سنٹر۔ اچھرہ ■ فیصل آباد: کریم میڈیکل ہال۔ گول امین پور بازار ■ راولپنڈی: شبیر میڈیکوز بالمقابل کنٹونمنٹ ہسپتال۔ صدر ■ پشاور: ڈاکٹر عبدالرحمٰن معصوم۔ معصوم اینڈ سنز کیمسٹ شیخ آباد نمبر ۱ ■ کوئٹہ: ہومیوپیتھک ڈاکٹر بشارت احمد۔ دکان نمبر ۲۴ خوجک روڈ پشین اڈہ ■ ملتان: ہومیو ڈاکٹر الطاف حسین ملک۔ صدر بازار ■ کراچی: صدر میڈیکل سٹور بالمقابل ایمپریس مارکیٹ صدر کراچی
■ حیدر آباد: ابن سینا میڈیکل سٹور گاڑی کھاتہ ■ سیالکوٹ: ڈان ڈرگ ہاؤس ریلوے روڈ ■ گوجرانوالہ: کیوریٹو میڈیسن سروسز گلی حاجی عبدالعزیز۔ باغبانپورہ۔

کیوریٹو میڈیسن کمپنی ربوہ (ڈاکٹر راجہ ہومیو) رجسٹرڈ

فون ۶۰۶، ۷۷۱